مترجمہ:۔ ڈاکٹر محمد عمر
ریڈر شعبۂ تاریخ علی گڑھ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مجالس کلیمی

(ملفوظات شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی)

مرتبہ: خواجہ محمد کامگار خان، خادم و مرید حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی خلیفہ شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی رہ

قسط نمبر ۲

تیسری مجلس:

بروز اتوار بتاریخ ۶/ ربیع الثانی سنۂ مذکور رفیع الدرجات بادشاہ کو دولت قدمبوسی میسر ہوئی۔ زمانے کے انقلاب اور عالم کے فنا ہونے کے بارے میں ذکر آیا فرمایا (شاہ صاحب) کہ محققین کے خیال میں فنا اور بقا کی کیفیت مسلسل جاری وساری رہتی ہے اور عوام کی نظر اس سے غافل اور عاطل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص نہر کے بہتے ہوئے پانی کو دیکھتا ہے تو اُسے نہر کا پانی محسوس ہوتا ہے لیکن فی الواقع وہ پانی جو پہلی مرتبہ نظر آتا ہے، وہ پانی نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑی تیزی سے بہہ جاتا ہے اور پیچھے سے آکر پے در پے اس سے دوسرا پانی ملتا رہتا ہے۔ ناظرین کی نظر اس کی تشخیص نہیں کر سکتی ہے۔ پھر انھوں نے دوسری مثال بیان کی کہ چراغ کی روشنی ناظرین کی نظر میں روشن ہے لیکن وہ روشنی جو پہلی مرتبہ نظر آتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے اور اس

کی جگہ دوسری روشنی لے لیتی ہے لہٰذا بلا تفاوت فنا اور بقا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دنیا کا نظام فنا اور بقا پر قائم ہے ان فوائد کے سُننے کے بعد اس کمترین کو رخصت عطا ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

چوتھی مجلس:

بروز جمعرات، بتاریخ ۱۰/ ربیع الثانی سنۂ مذکور کو قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی۔ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ پچھلے دن ۹/ تاریخ کو ہندوستان کے بادشاہ (محمد) فرخ سیر کی بجائے رفیع الشان کا نامور بیٹا اور بہادر شاہ مرحوم کا پوتا، رفیع الدرجات تخت نشین ہوا۔ (انھوں نے) مجھ کمترین سے اس بارے میں دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ رفیع الدولہ (کی تخت نشینی) کے بارے میں سُنا گیا ہے۔ (انھوں نے) فرمایا: "میں نے بھی یہی بات سُنی ہے۔" راوی نے عرض کیا کہ بادشاہِ وقت کے نام کا جو سکہ جاری کیا گیا ہے، اس پر یہ شعر کندہ کیا گیا ہے:

زد سکہ بہند با ہزاراں برکات — شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

(انھوں نے) فرمایا کہ تمہارا قول زیادہ مدلل معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسمائے الٰہی کے مقابلے میں ۲۸/ اسمائے کونی ہیں کیوں کہ یہ نام اُن ناموں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسمائے الٰہی رب ہیں اور اسمائے کونی مربوب۔ اسمائے الٰہی میں آخری نام رفیع الدرجات ہے اور اسمائے کونی کا آخری نام انسان ہے۔ اور انسان کا یہ نام برتر ہے۔ اس نام سے یہ قوی اُمید ہے کہ اگر کچھ دنوں اس سلطان کا دورِ حکومت قائم رہا تو انسانوں کو کامیابی نصیب ہوگی اور رعایا اور رعیت محفوظ اور امان میں رہے گی۔ اس بابرکت مجلس کے حاضرین نے مخلوق کی جمعیت اور شاہِ وقت کی حکومت کے برقرار رہنے کے لئے دُعا کرنے کی درخواست کی۔ دُعا کرنے کے بعد آپ (شاہ صاحب) کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔

فرمایا کہ حالانکہ (اس دور میں) بدامنی معلوم ہوتی ہے، لیکن عوام الناس کے ہاتھوں دشمن کی شکست ہوگی۔ تمام حاضرین مجلس کو اس بات کا مکمل یقین ہوگیا کہ عہدِ ماضی کے تمام بادشاہوں کے ادوار کے مقابلے میں اس نامور بادشاہ کا عہد ایک بہترین عہد ثابت ہوگا۔ اور خلق اللہ کو فارغ البالی میسر ہوگی۔ ان فوائد کے سننے کے بعد اس کمترین کو رخصت عطا ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پانچویں مجلس:

بروز اتوار، بتاریخ ۱۱/ ربیع الثانی (سنہ مذکور) کو قدمبوسی کی دولت میسر ہوئی۔ (انھوں نے) اس خاکسار سے دریافت کیا کہ (تم نے) جمعہ کی نماز کس مسجد میں ادا کی تھی۔ (میں نے) عرض کیا کہ جامع مسجد دہلی میں۔ آج بادشاہ عالم اور عالمیان، رفیع الدرجات (جمعہ کی نماز میں) تشریف لائے تھے اور شاہنشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تھا۔ نواب قطب الملک یمین الدولہ امیر الامراء بہادر سپہ سالار وغیرہ بڑے بڑے امراء ذوالاحترام خاتون نے مبارکباد پیش کی، اور تسلیمات اور کورنش کے رسوم ادا کیے۔ خطیب کو خلعت عطا ہوا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ جس دن یہ بابرکت بادشاہ، رفیع الدرجات تخت پر جلوہ افروز ہوا، اسی دن بدبختوں کی فوجیں جو ہنگامہ برپا کرنے کے لئے موقع کا انتظار کر رہی تھیں اور ان کی یہ خواہش تھی کہ ابتدائے سلطنت میں اچانک فساد برپا کر کے یکایک دہلی شہر کے باشندوں کو غارت کر دیں۔ (لیکن) اس سے پہلے ہی شہر کے باشندوں نے یکبارگی ایک عام بلوہ برپا کر دیا۔ کافروں کی افواج کو ایک بڑی شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔ شاہی قلعہ سے لے کر شہر میں واقع نخاس تک بازاروں اور کوچوں میں کشتوں کے پشتے کھڑے تھے۔ کافروں کے اکثر و بیشتر سردار اپنے نوکروں اور ساتھیوں کے، جو اگر ان کے ساتھ ہوگئے تھے، کام آئے۔ غیب سے اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے بدبختوں کی افواج کو شکست کھانی پڑی۔ ذلیل و خوار اور اپنی ساکھ و وقار کھو کر وہ اپنے

خیمہ گاہ کو بھاگ گئے، جو وزیر آباد میں واقع تھا - جہاں کہیں بھی وہ پناہ لینا چاہتے تھے وہ انھیں نصیب نہ ہوئی - اس جماعت کا غرور ہی ان کی بربادی کا باعث ثابت ہوا - ایک دوسرے شخص نے عرض کیا کہ اس متبرک شہر میں ایک ایسے ولی دفن ہیں اور جنھوں نے یہ وصیت کی تھی کہ: "میرے انتقال کے بعد میری قبر گہری کھود کر مجھے دفن کریں تاکہ میری ہڈیاں مدفن میں محفوظ رہیں - حق سبحانہ تعالیٰ دہلی کو ہر قسم کی آفتوں، ہلاک کرنے والے حادثوں اور برائیوں سے محفوظ رکھے گا۔" دوسرے ایک شخص نے عرض کیا کہ وہ (ولی) غالباً جناب ولایت مآب قطب الاقطاب شاہ قطب الدین بختیار (کاکی) قدس سرہٗ ہوں گے - انھوں (شاہ صاحب) نے فرمایا کہ: "میں نے بھی ایک رسالہ میں یہ واقعہ پڑھا ہے، لیکن اس وقت مجھے اس (بزرگ) کا نام مبارک یاد نہیں آرہا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، اور انھوں نے جو کچھ فرمایا تھا اس بات کا ہی اثر تھا جو ظہور پذیر ہوا - قادر کبریا (اللہ تعالیٰ) نے اپنے فیضِ عام سے اپنے بندوں کو ایک بڑے ہنگامے سے نجات دلادی اور آخری انجام خیریت سے ہوگیا۔" حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اس موقع پر درحقیقت اس شہر کے باشندوں کی نجات کا باعث حضرت (سلمہ تعالیٰ) کی ذاتِ مبارک ثابت ہوئی - (انھوں نے) اپنا سرِ مبارک سامنے جھکاکر اپنی محتاجی اور عاجزی ظاہر کی - اس کے بعد اس کمترین کو رخصت عطا ہوئی - الحمد للہ علیٰ ذالک -

چھٹی مجلس:

بروز سنیچر، بتاریخ ۱۴/ ربیع الثانی کو قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی - ایک شخص نے آکر بندگی، ظاہر کی - انھوں (شاہ صاحب) نے فرمایا کہ بہت دنوں کے بعد تمہارا آنا ہوا - اس عزیز نے عرض کیا کہ ایک بیماری کی وجہ سے آستاں بوسی سے محروم رہا تھا - لہٰذا انھوں نے اس مرض کے بارے میں دریافت فرمایا - اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے نقرس کا مرض ہوگیا تھا -

فرمایا کہ میں بذاتِ خود اس مرض میں مبتلا ہوں۔ تم نے اس مرض کا کیا علاج کیا تھا کہ وہ ٹھیک ہوگیا۔ اس نے جواب دیا کہ جلاب لینا فائدہ مند ثابت ہوا۔ اور رات کو گرم پانی دونوں پیروں میں ڈالا کرتا تھا۔ اس سے تکلیف دور ہوگئی۔ (انھوں نے) فرمایا کہ میں نے بھی بہت جلاب لیا تھا اور بالکمے کے ساگ کو انگور کے سرکے میں پیس کر (پیروں میں) لیپ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے بہت فائدہ پہنچا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ کے پیر میں یہ درد کب شروع ہوا تھا۔ فرمایا کہ بہادر شاہ کے دورِ حکومت کے اوائل میں میں سیر کے لئے جاتا تھا اور آمد و رفت پا پیادہ ہوتی تھی۔ گھر واپس آنے کے بعد ایک دن رات (پیر میں) [illegible] ظاہر نہ ہوا تھا (لیکن) دوسرے دن اس میں ورم ظاہر ہوا اور درد زور پکڑنے لگا۔ بعض عزیزوں نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ پیر میں موچ آگئی ہے، اس کے علاج کی کوشش کی۔ میرے جاننے والے ایک حکیم تھے۔ انھوں نے اس درد کو دیکھ کر نقرس کا مرض تجویز کیا۔ جلاب لینے اور مذکورہ لیپ کرنے سے صحت حاصل ہوئی۔ چوتھی بار یہ درد پھر اٹھا ہے۔ اس عزیز نے عرض کیا کہ میرے دونوں پیروں میں یہ مرض لاحق ہے۔ انھوں (شاہ صاحب) نے فرمایا کہ یہ درد میرے بائیں پیر میں ہوتا ہے اور اس مرتبہ چونکہ جلاب بہت لیا تھا، اس لیے ابھی تک کمزوری باقی ہے۔ بادی اور ترش کھانوں اور دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کے کھانے سے میں پرہیز کیا کرتا تھا لیکن جب بہت دن گذر گئے تو اب وہ سب چیزیں کھانے لگا ہوں جو پہلے نہیں کھایا کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرق النساء کا مرض لاحق تھا۔ اور یہ وہ درد ہے جو سرین سے اٹھتا ہے۔ نقرس اور عرق النساء کے دردوں کی شدت اور اصلیت میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بہت کمزور ہوگئے۔ کھانوں میں انھیں اونٹ کی گردن کا گوشت بہت مرغوب تھا۔ انھوں نے یہ دعا کی اور اسی کے مطابق بلا شبہ انھوں نے یہ عہد کیا کہ اگر یہ مرض دور ہوگیا تو ساری عمر میں مذکورہ گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا عطا کی۔ اسی کے

بعد پھر کبھی انھیں یہ مرض نہیں ہوا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حصولِ مدعا کے لئے کھانے کی بعض چیزوں کے ترک کرنے کا اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ بطور سنت اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ حصولِ مدعا کے لئے بیگن اور اس جیسی بعض دوسری ترکاریاں اور بعض دوسری چیزیں ترک کر دیتے ہیں اور برسوں تک انھیں نہیں کھاتے ہیں۔ جب مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو فقیروں اور غریبوں میں کھانا تقسیم کر کے کھاتے ہیں۔ یہ سنت حضرت یعقوب سے منسوب ہے، جس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بابرکت بادشاہ جہاندار شاہ رفیع الدرجات کا ذکر آیا کہ وہ بہت زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔ اس کی وضع عالمگیر (اورنگ زیب) کی وضع سے بہت مشابہ ہے۔ حالاں کہ وہ مشکل کام سادات کے ہاتھوں بآسانی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا لیکن وہ رفاقت اور مروت کے لائق نہیں ہیں (؟)
فرمایا کہ میں قادرِ مطلق کی قدرت پر کیوں نہ نظر رکھوں کیونکہ بندہ کا عمل اور اس کی تدبیر اس کی حکمت کی پابند ہے۔ فعل الحکیم لا یخلو من الحکمت (حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ مصرعہ: خود میکند بہانہ و بر عام می نہاد۔

دوسرے ایک شخص نے عرض کیا کہ پچھلے دن ایک راوی کی زبانی یہ سنا گیا تھا کہ نواب قطب الملک یمین الدولہ نے بادشاہِ اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم خانہ زادوں کے دل میں ہرگز نہ تو فساد برپا کرنے کا ارادہ تھا اور نہ ہی معزولی (بادشاہ) کو سلطنت سے علیحدہ کرنا تھا لیکن بعض مخالفوں کے بھڑکانے پر اس نے ہمیں ذلیل وخوار کرنے اور ہمارے قتل کر دینے کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے حالانکہ ہم نے اس کے لئے دل وجان کی بازی لگادی تھی۔ بدرجہ مجبوری ہمیں اپنی نجات اسی بات پر نظر آئی جیسا کہ ہم نے کیا۔ ظلِ سبحانی نے جواب دیا کہ تختِ سلطنت پر مجھے بٹھانا اور تم لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنا، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی طرف سے وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ اور اس واقعہ سے پہلے (ایک رات) میں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ایک شخص نے

آکر میرے ہاتھ میں ایک انگوٹھی دی اور یہ کہا کہ یہ انگوٹھی سلیمان علیہ السلام کی ہے جو انھیں غیب سے عطا ہوئی تھی۔ اور بیدار ہونے کے بعد میں نے اس واقعہ کے بارے میں غور کیا۔ چند دنوں کے بعد پھر میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھے حاضر کیا گیا اور وہاں ایک بڑا مجمع تھا۔ بارگاہ سے ایک شخص نکل کر باہر آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر دوسرے ایک شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور اس نے اس سے کہا کہ اس کا مدعا یہ ہے کہ اب آپ اُن کے دستگیر ہو گئے۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ شخص، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور یہ حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ پھر صدیق اکبر نے میرا ہاتھ حضرت عمر فاروق کے ہاتھ میں دے دیا اور انھوں نے حضرت عثمان اور انھوں نے حضرت امیر المومنین علی کے ہاتھ میں اور انھوں نے میرا بازو پکڑ کر مجھے تخت پر بٹھا دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اس خواب سے بیدار ہو کر میں نے اس تاریخ کو ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ دیا۔ اور (خواب میں) دیکھے ہوئے اس واقعہ کو تین مہینے گذر گئے ہیں۔ اس وقت اس کا اثر ظاہر ہوا ہے۔ فرمایا (شاہ صاحب نے) کہ اس نقل سے میرے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ تمام امور کو کرنے والا فاعلِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کو تصور کرنا چاہیے۔ اس موقع پر آکر خادم نے عرض کیا کہ سید فیروز علی خاں آستاں بوسی کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ آجائیں۔ خان مذکور نے آکر بندگی ادا کی اور آداب عرض کیا۔ اس کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ حضرت نظام الملۃ والدین سلمہٗ تعالیٰ نے کورنش اور قدمبوسی عرض کی ہے۔ فرمایا۔ وہ سلامت رہیں۔ حاضرین نے خان مذکور سے دریافت کیا کہ کیا انھوں نے ایک خط بھی بھیجا ہے؟ سید فیروز خاں نے جواب دیا کہ انھوں نے یہ پیغام زبانی عرض کیا تھا۔ انھوں (شاہ صاحب) نے فرمایا کہ خط کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بذاتِ خود مکتوب ہیں اور اس خاکسار کی طرف روئے مبارک کرکے یہ فرمایا کہ یہ دوسرے مکتوب ہیں۔ وہ خط نہیں لکھا کرتے ہیں؟ اس فضیلت سے

مجھے بڑی حلاوت محسوس ہوئی اور بہت رقت طاری ہوگئی۔ یہ کیسی محبت اور مقبولیت ہے کہ حضرت بندہ نواز کو اس اعزاز سے معزز کیا جن کا شمار جناب اقدس حضرت ولایت مآب کی درگاہ کے خاکساروں میں ہوتا ہے ؎

خورشید کجا، ذرۂ آوارہ کجا اری تو کجا، او (کذا) من بیچارہ کجا

(سورج کہاں اور یہ ذرۂ آوارہ کہاں۔ ارے تم کہاں اور میں، یہ بے چارہ کہاں۔)

ان فوائد کے سننے کے بعد اس کمترین کو رخصت عطا ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ساتویں مجلس:

بروز جمعرات بتاریخ ۱۷/ ربیع الثانی سنہ مذکور کو قدمبوسی کی دولت میسّر ہوئی۔ حضرت غریب نواز کا جو خط خجستہ بنیاد سے آیا تھا وہ اس کمترین نے (اُن کی) خدمت میں پیش کیا۔ مطالعہ کرنے کے بعد وہ خط انھوں نے اس خاکسار کو واپس کردیا۔ معشوق کے اس خط میں ان کی والہانہ عقیدت کو ملاحظہ کرکے میں نے یہ خط اُن کو دے دیا تھا۔ اس خط کو پڑھ کر بے حد مسرت ظاہر ہوئی اور اس کو ملاحظہ کرکے آنکھ کی روشنی میں اضافہ ہوگیا۔ اس (خط) میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اس درگاہ کا خادم، محمد نورالدین کا بھائی، دہلی گیا ہوا ہے۔ وہ آپ کی عنایتوں کا امیدوار ہے۔ اس سفارش کی وجہ سے میرا سر اونچا اٹھ گیا اور اپنی خوش قسمتی کو دیکھ کر میں بے اختیار رونے لگا۔ اس سلسلے میں یہ ذکر آیا کہ تاکید کرنے کے باوجود فلاں شخص فرض نماز ادا نہیں کرتا ہے۔ (میری بات کا) اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور وہ حکم عدولی کرتا ہے۔ خاکسار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ معشوق حقیقی کا نام احمد یا محمد ہے۔ ایک رات غلبۂ شوق اور شورش ذوق

کی وجہ سے وہ گھر سے باہر نکل آئے۔ سردی کی وجہ سے جو برف جم گئی تھی اسی پر لیٹ گئے انسانی فطرت کی وجہ سے وہ لاغر ہونے لگے اور وہ مرنے ہی والے تھے۔ ہاتف (وہ فرشتہ جو عالم غیب سے آواز دیتا ہے) نے آواز دی کہ: اے احمد! تم خود کو کیوں ہلاک کر رہے ہو۔ باہر نکل آؤ۔ شیخ نے جواب دیا: میں ہرگز اس وقت تک باہر نہ نکلوں گا جب تک کہ مجھے (اللہ تعالیٰ سے) اپنی قربت کا علم حاصل نہیں ہو جائے گا حکم ہوا کہ میں تجھے جنت میں جگہ دوں گا۔ انھوں نے جواب دیا: "مجھے یہ پسند نہیں ہے۔" پھر آواز آئی کہ تمہاری سفارش پر تمام مخلوق کو میں جنت عطا کر دوں گا۔ (انھوں نے) جواب دیا کہ میں اس پر بھی اکتفا نہ کروں گا۔ اس کا یہ جواب ملا کہ تمہارے مرتبے کو دیکھ کر بیشتر اولیا یہ درخواست کر رہے ہیں کہ: کاش کہ! ہم خاک ہو جائیں تاکہ احمد کے پیروں کا ہملے اوپر سے گذر ہو۔ (انھوں نے) جواب دیا کہ میں اس پر بھی قناعت نہ کروں گا۔ پھر آواز آئی کہ میں نے تمہیں معشوقیت کی خلعت پہنا دی۔ (اب تو) باہر آ جاؤ۔ شیخ علیہ الرحمۃ بے حد خوش ہوئے۔ اور یہ درخواست کی کہ اس موقع پر میں ایاک نعبد و ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) کس طرح پڑھوں۔ حکم ہوا کہ ذرا صبر کرو تاکہ میں تمہیں اس بھنور سے باہر نکال لوں۔ اسی وقت شیخ پر مجذوبیت اور دیوانگی طاری ہو گئی۔ شریعت میں جن پنج وقتہ نمازوں کا حکم ہے، وہ ان کے لئے معاف کر دی گئیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مقبولیت کے بعد ناز برداری ہوتی ہے پہلے ناز بردار بننا چاہئے اور پھر ناز کرنا چاہئے

اس موضوع کے مناسب دوسرا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ سلطان ابو سعید ابوالخیر، جب نواح طوس میں وارد ہوئے تو وہیں ٹھہر گئے، شہر میں داخل نہیں ہوئے، اپنے خادم کو معشوق طوسی کی خدمت میں یہ پیغام لے کر بھیجا کہ میں اس شہر میں آیا ہوں، آپ کی اجازت کی بنا اس شہر

ں داخل نہیں ہو سکتا ہوں ۔ سلطان (مذکور) کے خادم نے شیخ احمد طوسی کی خدمت
یں حاضر ہو کر جب انھیں وہ پیغام پہنچایا تو شیخ نے فرمایا کہ وہ تشریف لے آئیں ۔ انھیں
ساتھ لے آؤ ۔ جیسے ہی ان کی زبان مبارک سے یہ جملہ برآمد ہوا ، اور ان کی اجازت حاصل
ہو گئی (تو) خادم کے واپس آنے سے پہلے ہی سلطان کو نورِ باطن سے معشوق کی اجازت کا علم
ہو گیا (اور) وہ شہر میں داخل ہو گئے ۔ خادم نے واپس آکر شہر میں انھیں معشوق طوسی کا
پیغام پہنچایا ۔ کچھ دنوں کے بعد سلطان علیہ الرحمۃ منبرِ وعظ پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو وعظ
کیا کرتے تھے ۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُن کے وعظ اس قدر مشہور و مؤثر ثابت ہوئے
کہ اکثر حاضرینِ مجلس بیہوش ہو جایا کرتے تھے اور اپنی جانیں محبوب کے سپرد کر دیا کرتے
تھے ۔ اور (شدہ شدہ) لوگوں کا ان کے وعظوں میں اس قدر مجمع ہونے لگا کہ وہ عیدگاہ
میں مجلسِ وعظ منعقد کرنے لگے ۔ ایک شخص نے معشوق طوسی کی محفل میں سلطان (مذکور) کی
پُربرکت مجلس کا ذکر کیا ۔ شیخ احمد قدس سرہٗ نے جواب دیا کہ کل میں اس مجلس میں آؤں گا
جس وقت سلطان منبر پر آکر وعظ دینے میں سرگرم ہوئے ، اُسی وقت وعدے کے
مطابق معشوق طوسی (ایک دروازے سے اندر داخل ہوئے اور اپنے جامہ کے بند
بند کر لیے پھر دوسرے دروازے کے باہر نکل آئے ۔ سلطان کا بولنا بند ہو گیا ۔ اُسی وقت
منبر سے نیچے اُتر آئے اور فریاد و فغاں کرتے ہوئے معشوق کے پیچھے پیچھے دوڑے اور
عرض کیا کہ اپنے جامہ کے بند کھول دیجیے کیونکہ تمام فیوضِ غیبی بند ہو گئے ہیں اور یہاں
تک کہ عرش اور کرسی بھی حلقۂ کمند میں آگئے ہیں ۔ معشوق نے جامہ کے بند کی گرہ کھول
دی ۔ سلطان علیہ الرحمۃ واپس آئے ۔ منبر پر چڑھ گئے اور پھر وعظ دینا شروع کر دیا ۔
۔۔ت رکھنے والے ایسے لوگ بھی شرعی حکم کی بنا پر نماز ترک نہیں کر سکے ۔ اس کے بعد
فرمایا کہ نماز کی ادائیگی مصلی کو فحشاء اور منکروں سے دُور رکھتی ہے ۔ حاضرین میں سے
ایک شخص نے عرض کیا کہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا فصوص (الحکم) کا ایک نسخہ (مجھ)

فرخ (سیر) کے کتب خانے میں موجود تھا۔ اپنے دورِ حکومت میں اس نے وہ نسخہ ایک ایسے شخص کو عطا کر دیا جو اس کا مستحق نہ تھا۔ (انھوں نے) فرمایا کہ مصنفہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک ایسی کتاب سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے پہلی یہ کہ اس شخص کے دستِ مبارک نے اس کتاب کو بار بار چھوا ہے، لہذا وہ متبرک ہے۔ دوسری یہ کہ اس کی صحت پر زیادہ اعتماد کرنا تحقیق سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ خصوصیت اولیاء کے کلام کے لئے مخصوص ہے کیونکہ ان سے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ کمترین کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا میرے شیخ ایچی حضرت نظام الملۃ والدین کے کتب خانے میں اس (فصوص مذکور) جیسی کوئی کتاب ہے۔ کمترین نے عرض کیا کہ ایسی دو جلدیں تھیں۔ ایک جلد ایک شخص عاریتاً مانگ کر لے گیا تھا اور اس نے پھر واپس نہیں کی تھی۔ اور دوسری جلد کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کے بعد (انھوں نے) فرمایا کہ کتاب کا تالیف کرنا مصنف کی ایک یادگار ہے۔ اور اگر کتاب اچھی ہے تو مصنف کا نام باقی رہتا ہے۔ یہی بات ایک شیخ کے خلف (جانشین) کے بارے میں صادق آتی ہے۔ اگر شیخ کو ایک بھی اچھا مرید مل جاتا ہے تو اس کی وجہ سے سلسلے کی رونق بڑھ جاتی ہے اور اس کا نام شہر میں باقی رہتا ہے۔ جیسے کہ پوری غزل میں اچھے مضمون کا اگر ایک شعر پایا جاتا ہے تو اسے اصطلاحاً بیت الغزل کہتے ہیں۔ ان فوائد کو انھوں نے بڑی خوشی سے بیان کیا۔ یہ خاکسار پورے یقین کے ساتھ اس بات کو جانتا تھا کہ اس پردے میں وہ حضرت بندہ نواز کی تعریف و توصیف بیان فرما رہے تھے کہ حضرت ولایت مآب کے سارے خلفاء میں حضرت غریب نواز کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا شخص ظاہر نہیں ہوا تھا جس کی ساری دنیا میں شہرت پھیل گئی ہو۔ اور آنحضرت مدظلہٗ کی خوشی اس عقیدت مند کے اس عقیدے پر دلالت کرتی تھی اور میں نے مکرر یہ مشاہدہ کیا کہ جس موقع پر حضرت نظام الملۃ والدین کا نامِ مبارک آپ کی زبان پر آتا تھا

(تو) حضرت ولایت پناہ سلمہ اللہ کے چہرۂ مبارک سے خوشی اور بے حد مسرت نمایاں طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ ارے! ایک محبوب کا ذکر دوسرے محبوب کے مقابلے میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ ان دونوں باکمال حضرات میں جس محبت اور معیت کا جیسا مشاہدہ اس خاکسار نے کیا ہے، اس کو ضبطِ تحریر میں لانا محال ہے۔ اللّٰھُمَّ ارزقنا حب الشیخین فی قلبنا۔ (اے پروردگار ہمارے دلوں میں شیخین کی محبت ودیعت فرما دے) ان فوائد کے سننے کے بعد (مجھے) رخصت عطا ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اٹھویں مجلس:

بروزِ جمعہ، بتاریخ ۱۸/ ربیع الثانی کو قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی۔ اس موقع پر ایک شخص نے، جس کا شمار مخلصین میں ہوتا تھا، حاضر ہو کر بعض چیزیں بطور نذر پیش کیں، (انھوں نے) قبول کر لیں۔ اس کے حالات دریافت کرنے کے بعد اس سے معلوم کیا کہ تمہیں بادشاہ گردی کی خبر کس شخص نے پہنچائی تھی؟ اس شخص نے عرض کیا کہ پچھلے دن، دوپہر کے بعد، چوتھے پہر، ماہ مذکور کی ۹/ تاریخ کو یہ خبر پھیل گئی تھی عجیب ایک ہنگامہ رونما ہوا (اور) ایک بہت بڑا فساد برپا ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وحشت ناک خبر کے ساتھ ساتھ لوگوں نے بادشاہِ دین پناہ بابرکات عالی درجات کے تخت نشین ہونے کی خبر بھی سنی تھی۔ امن و امان قائم ہو گیا ورنہ یہ ہنگامہ اور زیادہ بڑھ جاتا۔ اس کمترین نے عرض کیا کہ یہ عزیز جس مقام سے یہاں آیا ہے وہ دار الخلافہ سے غالباً چند کروہ کی دوری پر واقع ہوگا۔ انھوں (شاہ صاحب) نے فرمایا کہ (وہ جگہ یہاں سے) ۳۶/ کروہ کی دوری پر ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ یہ بات کیسے ممکن ہو سکتی ہے کہ خبر لانے والا قاصد اکبر آباد سے، جو یہاں سے اتنی کروہ کی دوری پر واقع ہے، جمعہ کے دن، ۱۱/ تاریخ کی صبح کو وہاں سے چل کر کیسے یہاں آ کر شہر کے باہر ایک قاصد سے

ملا اور اُسے یہ خبر پہنچا دی۔ تعجب کی بات ہے۔ اُس عزیز نے عرض کیا کہ جس زمانے میں خجستہ بنیاد کے بیشتر لوگ امیر الامراء کے ساتھ یہاں (دہلی) آئے ہوئے تھے حضرت نظام الملتہ والدین کی خیریت کی خبر بلا شبہ یہاں پہنچی ہوگی۔ اور غریب نواز کا خط بھی آپ کی نظر سے ضرور گزرا ہوگا۔ اس بات سے خوش ہوکر (شاہ صاحب نے) فرمایا کہ ان کے خطوط متواتر یہاں پہنچتے رہتے ہیں لیکن ایک ایسا شخص مجھ سے آکر ملا جس کو دیکھ کر مجھے ایسا اطمینانِ خاطر حاصل ہوا جیسے کہ میری ملاقات شیخ سے ہی ہوئی ہو۔ اُس عزیز نے عرض کیا کہ کیا اس شخص کے دیدار نصیب ہوں گے؟ کمترین کی طرف متوجہ ہوکر تبسم فرما کر اور خوش ہوکر اپنے حق پرست ہاتھ سے (اس کمترین کی طرف) بشارت نما اشارہ کیا۔ کہ یہ ہیں، محمد نور الدین کے بھائی، محمد کامگار، جن کی حویلی میں میرے شیخ سکونت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی ان سے اپنی محبت اور عقیدت کے لئے مشہور ہیں۔ حضرت ولایت مآب کی طرف سے اس خاکسار پر بہت زیادہ جو عنایتیں اور بخششیں ظاہر ہوئیں، جن کا میں مستحق نہیں تھا، اس لئے میرے دل میں ایک نیا شوق اور بے حد ذوق پیدا ہوگیا اور رقت طاری ہوگئی میں اپنے کو اس مرحمت کا مستحق نہیں سمجھتا تھا عجیب ایک دولت میسر ہوئی۔ اور عجیب ایک کیفیت ظاہر ہوئی۔ اے ہے! اس بے نیاز کی درگاہ، ایک ایسی بے مثل درگاہ ہے، جہاں نالائقوں کو لیاقت کی خلعتیں عطا ہوتی ہیں۔ بلا کسی وجہ کے اور صاحب لیاقت کو ترقی کی منزل تک پہنچا دیتے ہیں، بلا وجہ ہر ایک شخص کو دولت میسر ہوتی ہے۔ اور یہ بلا وجہ فیوض پہنچانے کو ہی ایک وجہ سمجھتے ہیں ؎

داد حق را قابلیت شرط نیست　　　بلکہ شرط قابلیت داد اوست

(اللہ تعالیٰ کی بخشش کے لئے کسی قابلیت کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کی بخشش کے حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کرنا شرط ہے)

چوں کہ یہ خاکسار اس معشوق کی درگاہ کا کتا (خادم) ہے اور محبت کا پٹہ اپنی

گردن پر باندھ رکھا ہے، اس لئے مجھے اُن مخصوص عنایتوں سے نوازا گیا۔

جب ایک گستاخ (خادم) نجم الدین کا منظورِ نظر ہو گیا تو دوسرے خادموں کو اس بات سے مسرت حاصل ہوئی ہے۔

دُنیا و عقبیٰ کی دولت بے سبب حاصل ہو جاتی ہے۔

جس نے اپنے کو لائق سمجھا، تو وہ اس کام کے لائق نہیں رہ جاتا ہے۔

غریب نواز کے مرتبے کو دیکھنا چاہیے اور اُن کی مقبولیت کا خیال کرنا چاہیے کہ اُن کی درگاہ کے خادموں میں سے ہر ایک کو اس بارگاہ میں یہ احترام نصیب ہوا ؎

من خاک پائے سگ کوئے کسے ام گو خاک گفت پائے سگ کوئے تو باشد

میں کسی کے کوچے کے کتے کے پیر کے تلوے کی دھول ہوں، گو کہ خاک نے یہ کہا کہ میں تیرے کوچے کے کتے کے پیر کی خاک ہوں۔

جب وہ شخص اٹھا تو میں نے عاشقوں کی طرح اس سے معانقہ کیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ (شاہ صاحب) اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجلسِ سعید کے حاضرین کو رخصت کر کے اس کمترین پر یہ عنایت کی کہ آج جمعہ کی نماز کے بعد میرے لئے کھانا آئے گا۔ کمترین نے عرض کیا کہ میں اسی درگاہ کا نمک اور چاشنی خوار ہوں۔ اگر حکم ہو تو میں یہیں ٹھہرا رہوں اور یہیں الوانِ نعمت کھا کر سرخروئی حاصل کروں۔ حکم ہوا کہ دوستوں کے ساتھ کھانا کھائیں۔ اس ولی نعمت کے سامنے میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور مجھے رخصت عطا ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

نویں مجلس:

بروز اتوار بتاریخ ۲/ ربیع الثانی سنہ مذکور کو قدمبوسی کی دولت میسر ہوئی۔ تفسیر مدارک اور بیضاوی کا درس دے رہے تھے۔ تمام علماء حاضر تھے اور استفادہ کر رہے تھے۔ اس درس کے دوران یہ قصہ بیان فرمایا تاکہ حاضرین مستفید ہوں۔

فرمایا کہ حضرت رسالت (پناہ) صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے لشکر کی تنبیہہ کے لیے مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ اور وہ تاجروں کی جماعت تھی جو مکہ شریف سے دولت اور اسباب لیے جا رہی تھی۔ ابو جہل وغیرہ مکہ کے رؤسا مسلمانوں کی فوج کی آمد کی خبر پا کر تاجروں کی مدد کے لیے پہنچ گئے جو مکہ کے قریب تک آ چکے تھے۔ وہ لوگ ایک بڑی جماعت کے ساتھ باہر نکلے۔ یہ سننے کے بعد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیانِ اسلام سے یہ مشورہ کیا کہ آیا ہمیں تاجروں پر یورش کرنی چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ تھوڑی سی فوج ہے یا ابو جہل کی تنبیہہ کے لیے رجوع ہونا چاہیے جس کے ساتھ ایک بڑی فوج ہے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے مالِ غنیمہ کی زیادتی اور فوج کی کمی کا لحاظ کرتے ہوئے جنابِ اقدس کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ تاجروں پر حملہ کرنا چاہیے۔ رسول علیہ السلام کی صائب رائے اس بات کی مقتضی تھی کہ تاجروں کے مالِ غنیمہ کے مقابلے میں ابو جہل وغیرہ کی تنبیہہ کرنا بہتر ہے۔ ابھی یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ ربِ جلیل جل جلالہ کا یہ پیغام لے کر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے کہ یا محمد علیہ السلام میں نے تمہیں ابو جہل اور اس کے ساتھیوں پر کامیابی یا تاجروں کی جماعت اور ان کے مالِ غنیمہ پر نصرت کا مختار بنا دیا۔ ان دونوں کامیابیوں میں سے جس کامیابی کو تم پسند کرو، اس کا تمہیں اختیار ہے۔ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی ذاتی جرأت اور ازلی تقاضے کی بنا پر ابو جہل کی جماعت پر کامیابی حاصل کرنے کو پسند فرمایا۔ غیب سے اشارہ اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ) کی تائید کی بنا پر آنحضرت ابو جہل کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر آنحضرت علیہ السلام کی معیت میں غازیانِ اسلام کے تین سو نفر تھے۔ اُن میں سے کچھ سوار اور کچھ زرہ پوش تھے۔ ابو جہل کو جب یہ معلوم ہوا کہ تاجروں کو چھوڑ کر رسولِ اکرم میری طرف متوجہ ہوئے ہیں تو اپنے لشکر کی بڑی تعداد پر غرور کرتے ہوئے وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ تھوڑی ہی دیر

کے بعد (ان میں) مقابلہ وقوع پذیر ہوا۔ آنحضرت علیہ السلام نے کافروں کی جماعت اور ان کے گھمنڈ کو دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ اور یہ دعا مانگی کہ بارالہٰی مسلمانوں کی یہ جماعت جو اس جنگ میں میرے ساتھ ہے، اگر ماری گئی تو میری امت میں سے کوئی بھی فرد تجھے سجدہ نہ کرے گا۔ (شاہ صاحب نے) اس کمترین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ رسول علیہ السلام کی یہ دعا رمز سے خالی نہیں ہے۔ اس خاکسار نے عرض کیا کہ معیت اور یگانگی کے مرتبے کے مقابلے میں اس بات سے ناز اور نیاز مندیت کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ رسول اللہ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ غازیانِ اسلام کی مدد اور اعانت کے لیے فرشتوں کی ایک فوج اپنے ساتھ لے کر حضرت جبرئیلؑ اور میکائیلؑ آگئے۔ ان فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کی درگاہ) کے دونوں مقرب فرشتے بھی تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ (اس کام کے لیے) صرف روح الامین (مقرب فرشتوں میں سے ایک کو روح الامین کہتے ہیں) کافی تھے ان تمام فرشتوں کا آنا اللہ تعالیٰ کی حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ (انھوں نے) فرمایا کہ حقیقت بھی یہی ہے لیکن حکیم مطلق (اللہ تعالیٰ) کی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ اس بات کی مقتضی تھی کہ فرشتوں کی یہ جماعت عربوں کی وضع اختیار کر کے اور جنگی لباس پہن کر وہاں پہنچ جائے تاکہ کافروں کے لشکر کو اسلام کی شان و شوکت نظر آجائے اور خوف و دہشت کی وجہ سے کافروں کی شکست ہو۔ اور تاجروں کی جماعت کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ غازیانِ اسلام کو یہ نمایاں فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ جنگ 'جنگ احد' کہلاتی ہے مکہ کے سرداروں کے ساتھ ابو جہل بھی قتل ہوا اور اُسے اپنے اعمالوں کی سزا مل گئی۔ یہ فتح، فتح مکہ کے لئے پیش خیمہ تھی۔ ان فوائد کو سننے کے بعد اس کمترین کو رخصت عطا ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(باقی آئندہ)